Reg: PCPB/458-S
NPR-295

صوت النجف

محمد رسول اللہ

از مرکزی دفتر مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

ماہنامہ علمی سماجی ماہِ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ شمارہ 75

بانی

سماحۃ آیۃ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

جناب نصیر الدین

نائب مدیر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی النجفی

انتظامی مدیر

مولانا قیصر عباس

معاونین:

مولانا سید محمد علی ہمدانی

مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

مولانا محمد تقی ہاشمی

فوٹو گرافر

سید محمد حسین

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647807363942

صوت النجف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

3 اللہ کے حقوق قسط ۴

5 اوصافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزبان علی مرتضیٰ علیہ السلام

8 قرآن میں انسانی حقوق قسط اول

11 خمس ادا کرنے کی اہمیت اور فضیلت

15 شفاعت کا قرآنی تصور

17 تجارت کی فوائد

20 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

اللہ کے حقوق

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف

واضح تعبیر خدا کے اس اہم حق کے بارے میں امام علیہ السلام نے اس طرح اختیار فرمائی:

فَأَمَّا حَقُ اللّٰهِ الْأَکْبَرُ فَإِنَّکَ تَعْبُدُهُ لَا تُشْرِکُ بِهِ شَيْئاً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِکَ بِإِخْلَاصٍ جَعَلَ لَکَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ يَكْفِيَکَ أَمْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَحْفَظَ لَکَ مَا تُحِبُّ مِنْهُمَا

یعنی خدا کا بڑا اور اہم حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اگر تم نے یہ حق پورے خلوص سے، بغیر کسی ملاوٹ کے یعنی کوئی غرض سوائے خدا کی خوشنودی کے نہ ہو تو خداوندِ عالم تمہارے لئے اور تمہاری بخشش کے لئے اپنی ذات پر لازم قرار دے گا کہ تمہیں دنیا و آخرت کی ہر مشکل سے دور رکھے اور تمہاری دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات کو آسان کرے اور تمہارے لئے دنیا و آخرت میں جو تم چاہتے ہو اس کی تمہارے لئے حفاظت کرے۔

جب تک انسان تمام مراتب شرک سے پاک نہ ہو تو وہ خدا کا مخلص نہیں ہے، امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کا حق یہ ہے کہ اس کی مخلصانہ عبادت کرو اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب انسان کا دل شرک کے تمام مراتب سے پاک ہو اور خدا کے علاوہ کسی کی اطاعت خصوصاً اپنے نفس کی اطاعت شرک ہے اور ہم نے قرآن سے واضح کیا ہے کہ معصومؑ کی اطاعت خدا کی اطاعت میں سے ہے۔

معتبر کتابوں میں ہے کہ علی علیہ السلام کے سامنے کبھی دو ایسے کام نہیں آتے جو دونوں خدا کو پسند ہوں مگر یہ کہ آنجناب علیہ السلام ان دونوں میں سے اس کام کو اختیار فرماتے جو ان کے نفس پر زیادہ سخت ہوتا تاکہ ہمیشہ

اپنے نفس کی ذاتی رغبت سے دور رہیں بلکہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی معصوم اولاد علیہم السلام بھی ہمیشہ خدا کے حکم کو اپنے نفس پر نہ صرف ترجیح دیتے بلکہ دو کاموں میں سے جو دونوں خدا کی اطاعت ہوں ایسے کام کو اختیار فرماتے جو ان کی دنیاوی طاقت کے اعتبار سے ان پر زیادہ سخت ہو، امام حسین علیہ السلام نے رسول اسلام ﷺ کو رخصت کرتے ہوئے قبر پر خدا کے حضور فرمایا کہ:

اے خدایا میں وہ پسند کرتا ہوں جس کو تو اور تیرا رسول ﷺ پسند کرتا ہے۔

اور جب مکہ سے کربلا کی طرف جانے لگے تو کعبہ کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اہلبیتِ نبی کی خوشی اور رضا مندی اس میں ہے جس میں خدا کی رضامندی اور خوشی ہے۔

رضا الله رضانا اهل البیت اور رضا الله رضانا اهل البیت۔

اور کربلا میں جب آپؑ کے سب مددگار شہید ہوگئے اور علی اصغرؑ کی بھی شہادت ہوگئی تو آپؑ نے فرمایا:

رضا بقضائه و تسلیما لأمره

یعنی میں خدا کے حکم پر راضی ہوں اور اس کے فرامین کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں، دل سے، نہ کہ اعضاء سے۔

بلکہ ہر معصومؑ ایسے تھے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں واضح آیت میں خدا نے فرمایا:

إِذْ قالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعالَمين (بقرہ۱۳۱)

کہ حضرت ابراہیمؑ خدا کے حکم کے سامنے خضوع و خشوع سے سامنے آتے تھے۔

یہ ہے حقیقی ایمان اور عبادت کا خلوص اور خالص عبادت جو شرک سے بالکل پاک ہے۔

ہم سب پر معصومین علیہم السلام کی اطاعت واجب ہے لیکن وہ اس لئے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے اس مقام عبادت تک پہنچنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان کو خدا کی معرفت ہو کہ وہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز اس کی مخلوق، ہر چیز اپنے ابتدائی وجود اور اس کی بقاء اور نہایت تک خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور کوئی چیز ساری دنیا، ساری کہکشائیں، سارا نظامِ کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور اسی کی قدرت سے پیدا ہوا اور جب تک وہ چاہے گا یہ باقی رہے گا۔ایک سیکنڈ بھی کائنات کی کوئی چیز اس کی قدرت سے نہیں نکل سکتی۔

جاری ہے ---

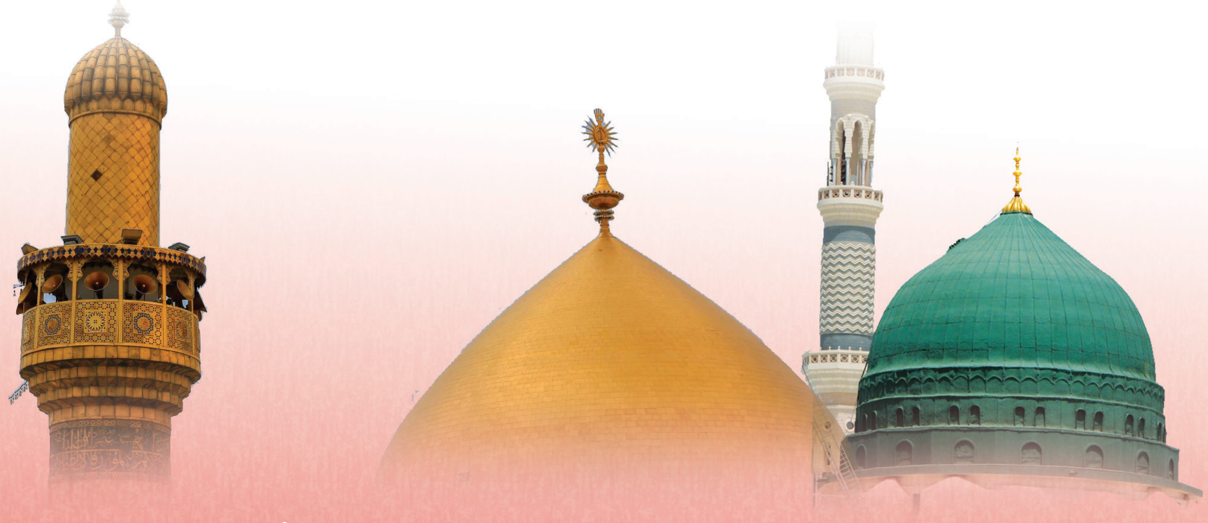

اوصافِ مصطفٰی ﷺ بزبان علی مرتضٰی علیہ السلام

مولانا شہباز حسین مہرانی

رسالت مآب ﷺ کی حقیقی معرفت اللہ تعالی رکھتے ہیں یا وہ ہستی جسے آپ ﷺ نے اپنے بعد اپنی امت کا وصی ، وارث اور امام قرار دیا ہے ،آپ ﷺ تمام صفاتِ کمالات و حسنات کا مجسم نمونہ تھے، آپ ﷺ میں تمام انبیاء علیہاالسلام کی تمام صفات حسنہ پائی جاتی تھیں۔حضرت آدم علیہ السلام کا صفاء (پاک و صاف ہونا) ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان ، حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال ، حضرت داود علیہ السلام کی آواز ، حضرت یحیٰ علیہ السلام کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرم ۔ نتیجہ میں آپ ﷺ مجسمہ حسنِ کمالاتِ اخلاق حسنہ کا مجسمہ تھے۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بہت ساری اوصاف بیان کی ہیں ان میں سے چند ایک کو یہاں نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تمام اوصاف عظیم اور بلند ہیں اور ان کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے جس طرح نعمات الھی کو شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے اسی طرح خلق عظیم کے مالک کی اوصاف حمیدہ کو شمار کرنا بہت مشکل ہے۔

(الف) آپ ﷺ تمام مخلوقات کے سید و سردار ہیں :

امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں رسالت کی گواہی دینے کے بعد آپ ﷺ کو اللہ تعالی کے بندوں کا سید و سردار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ : وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ سَيِّدُ عِبَادِهِ (نہج البلاغۃ خطبہ ۲۱۲)اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول اور بندوں کے سید و سردار ہیں ۔

بہت ساری روایات میں آپ ﷺ کو بنی آدم کے سید و سردار سے مخاطب کیا گیا ہے ، اور خود آپ ﷺ نے اپنے آپ کو تمام بنی آدم کا سید و سردار کہا ہے ،مروی ہے کہ :

ادْعُوا لِي سَيِّدَ الْعَرَبِ عَلِيّاً فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَ لَسْتَ سَيِّدَ الْعَرَبِ فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَ عَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ۔(بحار الأنوار(ط- بيروت) ج 40 ص 82)

(آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) میرے پاس عرب کے سید و سردار علی علیہ السلام کو لے آو، پس حضرت عائشہ نے کہا کہ : کیا آپ ﷺ عرب کے سید و سردار نہیں ہیں ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : میں بنی آدم کا سید و سردار ہوں اور علی (علیہ السلام) عرب کے سید و سردار ہیں ۔

(ب) رحمۃ للعالمین ﷺ کا وجود گنہگاروں کے لیے امان ہے :

امیر المومنین علی علیہ السلام نے رسالتمآب ﷺ کی ایک ایسی فضیلت کو بیان فرمارہے ہیں جو کائنات میں کسی کو حاصل نہیں ہے سوائے آپ

ﷺ کے، وہ ہے آپ ﷺ کا وجود بابرکت گنہگاروں کے لیے امان ہے ۔ امام علی السلام سے مروی ہے کہ : كَانَ فِي الْأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَ قَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا فَدُونَكُمُ الْآخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ أَمَّا الْأَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَمَّا الْأَمَانُ الْبَاقِي فَالاِسْتِغْفَارُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى - وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (نہج البلاغۃ کلمات قصار ۸۸)

دنیا میں عذابِ خدا سے دو چیزیں باعثِ امان تھیں ، ایک ان میں سے اٹھ گئی ، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو ۔ وہ امان جو اٹھا لی گئی وہ رسول اللہ ﷺ تھے اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اور اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور نہ ہی اللہ انہیں عذاب دینے والا ہے جب وہ استغفار کر رہے ہوں۔

آپ ﷺ کا گنہگاروں کے لیے امان ہونے کی تائید یہاں سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو لوگوں نے تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں لیکن آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی کسی کے لیے بددعا نہیں نکلی۔

(ج) آپ ﷺ کی شجاعت :

اس کائنات میں سب زیادہ شجاع ہستی آپ ﷺ کی ہے ۔ مولائے کائنات علی علیہ السلام آپ ﷺ کی شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :

كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ (نہج البلاغہ غرائب کلام ۹)

جب جنگ کی شدت اور سختی ہوتی تھی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی سپر میں جاتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا ۔

(د) آپ ﷺ کا زہد:

رسالت مآب ﷺ کا زہد مختلف روایات میں بیان ہوا ہے ،ان میں سے بعض نہج البلاغہ میں ہیں ایک مقام پر امیر المومنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ :

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَ صَغَّرَهَا وَ أَهْوَنَ بِهَا وَ هَوَّنَهَا وَ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَاراً وَ بَسَطَهَا لِغَيْرِهِ احْتِقَاراً فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ وَ أَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ.

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۰۷

آپ ﷺ نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے ۔ لہٰذا آپ ﷺ نے دنیا سے دل ہٹا لیا اور اس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے ۔

(ھ) آپ ﷺ پر درود و سلام کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے :

امیر المومنین علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ :

إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَ يَمْنَعَ الْأُخْرَى

(نہج البلاغۃ کلمات قصار ۳۶۱

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو پھر اپنی حاجت مانگو ،کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دوحاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کردے اور ایک روک لے۔

(و) آپ ﷺ کی طرف جو چیز منسوب ہے اس کا احترام و اکرام ضروری ہے :

مولائے کائنات علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ :

إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذَلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ قُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ وَ تَكْرِيماً لِحُرْمَتِهِ وَ تَشْرِيفاً لِوُصْلَتِهِ

(نہج البلاغۃ مکتوب ۲۴

بیشک میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ، رسول اللہ ﷺ کے تقرب ، ان کی عزت و حرمت کے اعزاز اور انکی قربت کے احترام کے پیش نظر اس کی تولیت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے۔

اس مقام پر بھی مولا علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے حسنین شریفین علیہما السلام کو مقدم کر رہے ہیں ۔

خلق عظیم کے مالک سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تعالی نے بہت ساری خصوصیات و اوصاف ایسی عطا فرمائیں کہ جو کسی بھی جن و انس کو عطا نہیں ہوئیں جس کی مثال تاریخ انسانیت میں ملنا محال ہے جیسا قرآن کریم کا آپ ﷺ پر نازل ہونا وغیرہ ، ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ﷺ کی اوصاف و خصوصیات کو جان کر آپ کی عزت و عظمت کا احترام کرتے ہوئے آپ ﷺ کی اتباع و پیروی ضروری ہے خصوصاً واجبات کے بعد نوافل و مستحبات کو انجام دینا چاہیے ، امیر المومنین علی علیہ السلام آپ ﷺ کی پیروی اور اتباع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الأَطْيَبِ الأَطْهَرِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَإِنَّ فِيهِ أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى، وَعَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى وَأَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللهِ الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّهِ

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۵۸)

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی ﷺ کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع و پیروی کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے ،ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے

ہم اس مقالہ کا اختتام مولائے کائنات کے اس درود و سلام پر کرتے ہیں جو آپ علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ پر فرمایا ہے ۔

اللَّهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَدَاعِمَ الْمَسْمُوكَاتِ وَجَابِلَ الْقُلُوبِ لَى فِطْرَتِهَاْ: شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا اللهم اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ ، وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ ، وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ الأَبَاطِيلِ ، وَالدَّامِغِ صَوْلاَتِ الأَضَالِيلِ ،

(نہج البلاغۃ خطبہ ۷۰)

اے اللہ ! اے فرشِ زمین کے بچانے والے ایک اور بلند آسمانوں کو بغیر سہارے کے روکنے والے ، دلوں کو اچھی اور بری فطرت پر پیدا کرنے والے ،اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول محمد ﷺ کے لئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند(دلوں کے) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔

اس صلوات میں بھی آپ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی چند صفات و کمالات کو گنوایا ہے ۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم

بقیہ : شفاعت کا قرآنی تصور

مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ(انبیاء ۲۸)

وہ ان کے سامنے اور ان کے پس پشت کی تمام باتوں کو جانتا ہے اور فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے برابر لرزتے رہتے ہیں۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم ان فرشتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں یہ ہماری شفاعت کریں ۔

اللہ تبارک و تعالی نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یعنی فرشتے صرف ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن سے اللہ راضی ہو اور وہ یقیناً اللہ مشرکین سے راضی نہیں ہے ۔

پس اللہ اور اللہ جن ذوات کو شفاعت کی اجازت دے گا وہ انہی لوگوں کی شفاعت کریں گے جن سے اللہ راضی ہے اور اللہ انہی لوگوں سے راضی ہوگا جو اللہ اور اللہ کے خلفاء پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں پس اگر ایسے افراد سے گناہ کبیرہ یا صغیرہ صادر ہو جائے تو ان کی شفاعت ہوگی ۔

قرآن میں انسانی حقوق

(قسط اول)

مولانا مفید حسین نجفی

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے وہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے اگرچہ اجتماعی زندگی کے نتیجے میں اسے بہت سے تقاضوں کو پورا کرنا پڑجاتا ہے ۔ وہ ان تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے لیکن اجتماعی زندگی کو ترک نہیں کرتا ۔ لازمی بات ہے کہ اس معاشرتی زندگی کے نتیجے میں اس کے اوپر بہت سے لوازمات فرض ہوتے ہیں جس طرح کہ معاشرے کے افراد کے اوپر اس کے لئے کچھ حقوق بھی فرض ہوتے ہیں ۔ پس معاشرتی زندگی میں انسان کے کچھ واجبات ہیں اور کچھ حقوق ۔ اور ہماری بحث حقوق میں ہے ۔ کہ انسانی معاشرے میں انسان ہونے کے ناطے انسان کے کون کونسے حقوق ہیں ؟

انسان کے کچھ حقوق انفرادی ہیں اور کچھ اجتماعی اور کچھ اقتصادی ۔ اور ان سارے حقوق کو کبھی عمومی طور پر دیکھا جاسکتا ہے اور کبھی اسلام کی نظر میں اور ہماری بحث قرآن کی نظر میں انسان کے حقوق کے بارے میں ہے ۔ اور قرآن کی نظر میں انسان کے بہت سے حقوق ہیں ان میں دو کا اس شمارے میں تذکرہ کرتے ہیں اور اگلے شماروں میں حسب بساط باقی حقوق کے بارے میں مختصر گفتگو قارئین کو پیش کریں گے ۔

انسان کے حقوق قرآن کی نظر میں :

قرآن مجید میں انسان کے بحثیت انسان ہونے کے حقوق بیان کئے ہیں ، کچھ حقوق بحثیت مسلمان ہونے کے بیان کئے ہیں اور کچھ خاندانی حقوق اور اس کے علاوہ بہت سے حقوق کا ذکر ملتا ہے مگر ہم مختصرا کچھ حقوق کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کو انسان ہونے کے واسطے بیان کئے ہیں اور اختصار کی خاطر باقی حقوق کے بارے میں بات نہیں کرتے تاکہ اصل موضوع پر ترکیز کی جاسکے ۔

پہلا حق : حق حیات :

ہر انسان کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اسے جینے کی آزادی دی جائے ، لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی سے بلا وجہ جینے کا حق سلب کرے ۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے :

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنا عَلى‏ بَني‏ إِسْرائيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّما قَتَلَ النَّاسَ جَميعاً وَ مَنْ أَحْياها فَكَأَنَّما أَحْيَا النَّاسَ جَميعاً وَ لَقَدْ جاءَتْهُمْ رُسُلُنا بِالْبَيِّناتِ ثُمَّ إِنَّ كَثيراً مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (المائدۃ ۳۲)

اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی نفس کو کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد کی سزا کے علاوہ قتل کرڈالے گا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے ایک نفس کو زندگی دے دی اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی دے دی اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے مگر اس کے بعد بھی ان میں کے اکثر لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہی رہے ۔

دوسرے مقام پر حضرت آدم علیہ وعلی نبینا السلام کے بیٹے کی مذمت کرتا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا، اللہ تعالی نے فرمایا :

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخاسِرينَ (سورہ مائدہ آیت ۳۰)

پھر اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا اور اس نے اسے قتل کردیا اور وہ خسارہ والوں میں شامل ہوگیا ۔

اسی طرح بہت سی آیات میں قتل کی مذمت کی گئی ہے جن میں بعض

آیات کا تبرک لیتے ہیں ۔

قُلْ تعالَوْا أَتْلُ ما حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ مِنْ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ وَ لا تَقْرَبُوا الْفَواحِشَ ما ظَهَرَ مِنْها وَ ما بَطَنَ وَ لا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ انعام آیت ۱۵۱)

کہہ دیجئے کہ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کیا حرام کیا ہے .... خبردار کسی کو اس کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا .اپنی اولاد کو غربت کی بنا پر قتل نہ کرنا کہ ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں اور انہیں بھی ... اور بدکاریوں کے قریب نہ جانا وہ ظاہری ہوں یا چھپی ہوئی اور کسی ایسے نفس کو جسے خدا نے حرام کردیا ہے قتل نہ کرنا مگر یہ کہ تمہارا کوئی حق ہو .یہ وہ باتیں ہیں جن کی خدا نے نصیحت کی ہے تاکہ تمہیں عقل آجائے ۔

وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ إِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كانَ خِطْأً كَبِيراً (الإسراء ۳۱)

اور خبردار اپنی اولاد کو فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرنا کہ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں بیشک ان کا قتل کردینا بہت بڑا گناہ ہے ۔

قَدْ خَسِرَ الَّذينَ قَتَلُوا أَوْلادَهُمْ سَفَهاً بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ حَرَّمُوا ما رَزَقَهُمُ اللهُ افْتِراءً عَلَى اللهِ قَدْ ضَلُّوا وَ ما كانُوا مُهْتَدينَ (الأنعام ۱۴۰)

یقینا وہ لوگ خسارہ میں ہیں جنہوں نے حماقت میں بغیر جانے بوجھے اپنی اولاد کو قتل کردیا اور جو رزق خدا نے انہیں دیا ہے اسے اسی پر بہتان لگا کر اپنے اوپر حرام کرلیا -یہ سب بہک گئے ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں ۔

وَ ما كانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلاَّ خَطَأً وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَأً فَتَحْريرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَ دِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلى أَهْلِهِ إِلاَّ أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْريرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَ إِنْ كانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ ميثاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلى أَهْلِهِ وَ تَحْريرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيامُ شَهْرَيْنِ مُتَتابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللهِ وَ كانَ اللهُ عَليماً حَكيماً (النساء ۹۲)

اور کسی مومن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کردے مگر غلطی سے اور جو غلطی سے قتل کردے اسے چاہئے کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول ایسی قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور(اتفاق سے) خود مومن ہے تو صرف غلام آزاد کرنا ہوگا اور اگر ایسی قوم کا فرد ہے جس کا تم سے معاہدہ ہے تو اس کے اہل کو دیت دینا پڑے گی اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا اور غلام نہ ملے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہوں گے یہی اللہ کی طرف سے توبہ کا راستہ ہے اور اللہ سب کی نیتوں سے باخبر ہے اور اپنے احکام میں صاحب حکمت بھی ہے ۔

قرآن کریم مشرکین کی مذمت کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں :

وَ كَذلِكَ زَيَّنَ لِكَثيرٍ مِنَ الْمُشْرِكينَ قَتْلَ أَوْلادِهِمْ شُرَكاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَ لِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دينَهُمْ وَ لَوْ شاءَ اللهُ ما فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَ ما يَفْتَرُونَ (سورہ انعام ۱۳۷)

اور اسی طرح ان شریکوں نے بہت سے مشرکین کے لئے اولاد کے قتل کو بھی آراستہ کردیا ہے تاکہ ان کو تباہ و برباد کردیں اور ان پر دین کو مشتبہ کردیں حالانکہ خدا اس کے خلاف چاہ لیتا تو یہ کچھ نہیں کرسکتے تھے لہٰذا آپ ان کو ان کی افترا پردازیوں پر چھوڑ دیں اور پریشان نہ ہوں ۔

اپنے آپ کو قتل کرنا بھی قرآن کی نظر میں قابل مذمت ہے ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا لا تَأْكُلُوا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْباطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجارَةً عَنْ تَراضٍ مِنْكُمْ وَ لا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كانَ بِكُمْ رَحيماً (النساء ۲۹)

اے ایمان والو- آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے نہ کھا جایا کرو ... مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے معاملت ہو اور خبردار اپنے نفس کو قتل نہ کرو - اللہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے ۔

یہاں تک کہ روز قیامت بھی مقتول کے بارے میں سوال ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا ؟ جس کے نتیجے میں قاتل کو دردناک سزا ملے گی ، ارشاد رب العزت ہے :

وَ إِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر۸ - ۹)

اور جب زندہ درگور لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا

کہ انہیں کس گناہ میں مارا گیا ہے ؟

قصاص کا حکم اور فلسفہ :

چونکہ اسلام انسانی زندگی کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس لئے قصاص کا حکم دیا ہے تاکہ جو لوگوں سے حیات کا حق چھینتا ہے اس جرثومے کا خاتمہ ہو اور دوسرے انسان امن سے زندگی گزاریں ۔ قصاص کا معنی یہ ہے کہ جو کسی انسان کو بغیر کسی جرم کے جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اسلام نے اولیائے مقتول کو قصاص کا حق دیا ہے ۔ وہ چاہیں تو قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرسکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ قصاص کی بھی شرائط ہیں ۔ منجملہ ان شروط میں سے یہ ہے کہ قصاص کرنے کے لئے حاکم شرع کی اجازت ضروری ہے ۔ ہر آدمی قصاص کے نام پر قتل نہیں کر سکتا ہے وگرنہ وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہوگا جو قاتلوں کے لئے اللہ تعالی نے رکھا ہے ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قصاص انسانی وقار کے خلاف اور حق حیات کے خلاف ہے چونکہ اس میں بالآخر قاتل کو قتل کیا جاتا ہے ۔ جبکہ حقیقت میں اس میں حیات ہے اس میں بہت سے لوگوں کی بقاء ہے چونکہ بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے والے کو اگر چھوٹ دی جائے تو اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کی کثرت ہوگی اور نتیجتا بہت سی جانیں بے گناہ ماری جائیں گی ۔ جبکہ قصاص اس جرثومے کے خاتمے کا نام ہے جو دوسرے بہت سے انسانوں کے لئے وبال جان ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ قصاص میں دوسرے بہت سے انسانوں کی بقاء کا راز پوشیدہ ہے ۔ نہ کہ یہ انسانی وقار یا حق حیات کے خلاف ہے ۔ لہٰذا اسلام نے قصاص کا تعارف حیات کے طور پر کروایا ہے ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

وَ لَكُمْ فِي الْقِصاصِ حَياةٌ يا أُولِي الْأَلْبابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة ١٧٩)

اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے صاحبان عقل تاکہ تم متقی بن جاؤ ۔

اس آیت کی تفسیر میں آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے لکھا ہے :

هذه الآية بكلماتها العشر، تضع الإطار العام- ببلاغة و فصاحة متناهيتين- للقصاص في الإسلام، و تبين أن القصاص ليس انتقاما، بل السبيل إلى ضمان حياة النّاس. إنه يضمن حياة المجتمع، إذ لو انعدم حكم القصاص، و تشجّع القتلة القساة على تعريض أرواح النّاس للخطر- كما هو الحال في البلدان التي ألغت حكم القصاص- لارتفعت إحصائيات القتل و الجريمة بسرعة.

ترجمہ : یہ آیت بیان کرتی ہے کہ قصاص انتقام نہیں ہے بلکہ لوگوں کی جانوں کی ضمانت کا ذریعہ ہے ۔ یہ معاشرے کی زندگی کا ضامن ہے ، اسلئے کہ اگر قصاص کا حکم معدوم ہوجائے اور سنگدل قاتلوں کو لوگوں کی جانوں کے لئے خطرہ بننے کی ترغیب دی جائے — جیسا کہ ان ملکوں کا یہی حال ہے جن میں قصاص کا حکم ملغی قرار دیا گیا ہے — تو قتل اور جرم کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوگا ۔

اس سب کے باوجود اسلام نے قصاص میں مساوات اور تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ اولیائے مقتول کو یہ حق دیا ہے کہ وہ چاہیں تو قاتل سے قتل کی دیت لے کر اسے معاف کرسکتے ہیں بلکہ بغیر دیت کے بھی معاف کرسکتے ہیں ۔ اور یہ سب اسلئے ہے تاکہ قتل کی شرح میں کمی واقع ہو ۔ یہ اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب قاتل سے قصاص کا حکم سرے سے ہی ختم کیا جائے چونکہ اس میں قاتل اپنے آپ کو امن میں پاتا ہے اور جرائم کا ارتکاب کرتا پھرے گا جبکہ معاف کرنے کا حق اولیائے مقتول کو دینے سے اس کی بقاء اولیاء مقتول کی مرھون منت ہوگی اور صرف احتمالی ہوگی ۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصاصُ فِي الْقَتْلى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْأُنْثى بِالْأُنْثى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخيهِ شَيْءٌ فَاتِّباعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَ أَداءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسانٍ ذلِكَ تَخْفيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدى بَعْدَ ذلِكَ فَلَهُ عَذابٌ أَليمٌ (١٧٨)

ایمان والو! تمہارے اوپر مقتولین کے بارے میں قصاص لکھ دیا گیا ہے آزادکے بدلے آزاد اورغلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت. اب اگر کسی کو مقتول کے وارث کی طرف سے معافی مل جائے تو نیکی کا اتباع کرے اور احسان کے ساتھ اس کے حق کو ادا کردے. یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں تخفیف اور رحمت ہے لیکن اب جو شخص زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب بھی ہے ۔

جاری ہے ---------

خمس ادا کرنے کی اہمیت اور فضیلت

مولانا محمد تقی ہاشمی

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

وَ اعْلَمُوا أَنَّما غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبى‏ وَ الْيَتامى‏ وَ الْمَساكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ (الانفال۴۱)

اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ ، رسول ،رسول کے قرابتدار ،ایتام ،مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے۔

اللہ کا حصہ رسول ﷺ کے لئے ہے اور رسول ﷺ کا حصہ امام کے لئے اور خود امام کے لئے ذی القربیٰ کا بھی حصہ ہے تو مطلب چھ حصوں میں سے تین حصے امام علیہ السلام کے ساتھ خاص ہوگئے ۔ یعنی ایک سھم امام ہوگیا اور دوسرا سھم سادات ۔

۱: تھوڑے سے تھوڑے مالی فائدے پر بھی خمس ہے:

عثمان بن سماعہ کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے خمس کے بارے سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنِ الْخُمُسِ فَقَالَ فِي كُلِّ مَا أَفَادَ النَّاسُ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ (الکافی (ط - الاسلامیۃ)،ج ۱، ص:۵۴۵)

تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:

جو بھی فائدہ لوگ حاصل کریں اس میں خمس ہے چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو ۔

شطیطہ نامی خاتون کا واقعہ:

روایات میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ نیشا پور میں امام محمد باقر علیہ السلام کے شیعوں نے اپنا نمائندہ محمد بن علی نیسابوری کو بنایا اور اسے خمس کے پیسے دیے اور سوالات بھی کاغذوں پر لکھ کر دیے۔

اسی اثنا میں ایک شطیطہ نامی خاتون نے بہت ہی تھوڑی مقدار خمس کی دی کہ جس میں ایک درھم تھا اور کچھ پرانا کپڑا جو اس کے ہاتھوں کا بنا ہوا تھا کہ جس کی قیمت چار درھم سے زیادہ نہ تھی اور اسکے علاوہ کچھ اوراق دیے کہ جن پر سوالات لکھے تھے اور نیچے جواب کی جگہ خالی تھی ۔

یہ بندہ امام علیہ السلام کی تلاش میں جاتا ہے اور امام نہیں مل پاتے اور پھر ایک دفعہ حیران پریشان کھڑا ہوتا ہے تو کوئی غلام آتا ہے اور کہتا ہے کہ جس کے پاس تیرے جانے کا اراد ہے وہ تمہیں بلاتے ہیں ۔

جب وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچتا ہے تو امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ قَدْ أَجَبْتُكَ عَمَّا فِي الْجُزْءِ مِنَ الْمَسَائِلِ بِجَمِيعِ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ مُنْذُ أَمْسِ فَجِئْنِي بِهِ وَ بِدِرْهَمِ شَطِيطَةَ

کہ میں نے کل شام سے ہی تمہارے تمام سوالوں کے جواب تحریر کر دیے ہیں ، پس یہ کاغذ مجھے دو اور شطیطہ کا درھم بھی دو ۔

تو کہتا ہے کہ میں حیران ہوگیا کہ امام علیہ السلام کو سب کچھ کیسے معلوم ۔

اب اس نے سب کچھ امام کی خدمت میں پیش کر دیا ۔

فَأَخَذَ دِرْهَمَ شَطِيطَةَ وَ إِزَارَهَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَنِي وَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِ

تو امام علیہ السلام نے شطیطہ کے بھیجے ہوئے درھم اور کپڑے کے ٹکڑے کو لیا اور میری طرف منہ کرکے فرمایا کہ بیشک اللہ حق سے نہیں شرماتا۔

یعنی امام علیہ السلام یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ خمس اور ہمارے حق کا چاہے تھوڑا ہی حصہ کیوں نہ ہو اس کو دینے میں اللہ کے لئے کوئی شرم کی بات نہیں ہے لہٰذا تمہارے لئے بھی اس میں شرم کی بات نہیں ہونی چاہئے ، چونکہ خمس تھوڑے یا زیادہ ہر قسم کے فائدے پر واجب ہے۔

واجب کو ادا کرنے میں شرم کیسا ۔

اس کے بعد روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے شطیطہ نامی خاتون کو دعائیں دی اور اسے سلام بھیجا اور جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا کے کپڑے سے ایک کپڑے کا ٹکڑا کفن میں رکھنے کے لئے اسے ھدیہ بھجوایا اور چالیس درھم بھی اس کے لئے بھجوائے ۔

(تفصیلی واقعہ ملاحظہ ہو بحار الانوار اردو ترجمہ جلد ۷ ص ۹۶ سے ۹۹ تک)

۲: میرا مال میری مرضی ایک باطل سوچ

انسان جو بھی اپنی محنت سے کماتا ہے وہ کمائی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے چونکہ انسان نے جو طاقت اور عقل استعمال کی ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے ، جس زمین پر رہ رہا ہے وہ بھی اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور جس ہوا سے سانس لے رہا ہے وہ بھی اللہ کی ہے تو انسان کا کچھ اپنا ہے ہی نہیں ، یہ اس طرح ہے کہ مثال کے طور پر میں کسی انسان کو پیسے بھی دوں ، کام کے لئے کمپنی بھی دوں اور سب کچھ اپنی طرف سے دوں اب جب وہ کمائے اور کہے کہ یہ تو میری اپنی کمائی ہے تو اس کو یہ حق نہیں ہے چونکہ اس کا اپنا کچھ ہے ہی نہیں ۔

پس انسان جو بھی کماتا ہے وہ اس کے لئے حلال تبھی ہو گا جب وہ اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق چلے گا ۔

خراسان کا ایک تاجر ہے جو کماتا ہے ، وہ امام رضا علیہ السلام کو خط لکھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ میرا خمس معاف فرما دیں ، اس خط میں امام علیہ السلام نے اسے کیا جواب لکھا آیئے اس جواب کو پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں :

- سَهْلٌ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ الطَّبَرِيُّ قَالَ: كَتَبَ رَجُلٌ مِنْ تُجَّارِ فَارِسَ مِنْ بَعْضِ مَوَالِي أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا ع يَسْأَلُهُ الْإِذْنَ فِي الْخُمُسِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ* إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ كَرِيمٌ ضَمِنَ عَلَى الْعَمَلِ الثَّوَابَ-وَ عَلَى الضِّيقِ الْهَمَّ- لَا يَحِلُّ مَالٌ إِلَّا مِنْ وَجْهٍ أَحَلَّهُ اللَّهُ (الکافی (ط - الإسلامیة)، ج۱، ص: ۵۴۸)

امام کے خط کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوئی پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ وسعت دینے والا اور کرم کرنے والا ہے ، اس نے عمل پر ثواب اور جزاء کی ضمانت لی ہے اور تنگ دلی دکھانے والے پر رسوائی رکھی ہے۔ کسی بھی بندے کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اسی طرح سے جسے اللہ نے حلال کیا ہے ۔

پس لَا يَحِلُّ مَالٌ إِلَّا مِنْ وَجْهٍ أَحَلَّهُ اللَّهُ وہ اہم جملہ ہے کہ جس سے امام علیہ السلام نے اس تاجر کے لئے واضح فرمایا کہ تمہارا اپنا مال بھی اللہ کے بتائے ہوئے طریقے سے حلال ہوگا۔

پس یہ تمہاری سوچ درست نہیں ہے کہ میرا مال اور میری مرضی ۔

وَ اللَّهِ لَقَدْ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ- أَرْزَاقَهُمْ بِخَمْسَةِ دَرَاهِمَ- جَعَلُوا لِرَبِّهِمْ وَاحِداً وَ أَكَلُوا أَرْبَعَةً أَحِلَّاءَ- (وسائل الشیعۃ، ج۹، ص: ۴۸۵)

اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر آسانی فرما دی ہے، کہ وہ رزق کے پانچ درھم میں سے ایک ایک اپنے رب کے لئے دیتے ہیں اور چار درھم حلال کر کے کھاتے ہیں ۔

پس امام علیہ السلام نے واضح طور پر بتلا دیا کہ یہ اللہ کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تمہاری کمائی کے چار حصے حلال کر دیے اور فقط ایک حصہ راہ خدا میں دینے کا حکم دیا ۔

پس اگر تمہارے پاس پانچ سو روپے بچت کے ہوں تو وہ اسی صورت میں حلال ہوں گے کہ تم ایک سو روپے خمس کے طور پر نکالو گے اور جب تک ایک سو روپے خمس کے طور پر نہیں نکالو گے تمہارے لئے پورے کے پورے پانچ سو روپے کو استعمال کرنا حرام ہو جائے گا۔

فقہاء نے روایات سے یہ سمجھا ہے کہ جو بندہ خمس دینے میں دیر کرتا ہے تو اس کے لئے پورے کے پورے مال میں کسی بھی قسم کا تصرف اور استعمال حرام ہو جاتا ہے اور فقط پانچواں حصہ جدا کر کے رکھنے سے بھی باقی چار حصے حلال نہیں ہوتے جب تک کہ خمس کو اس کے مستحق تک نہ پہنچا دے ۔

اور اس جملے کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

ثُمَّ قَالَ هَذَا مِنْ حَدِيثِنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ لَا يَعْمَلُ بِهِ- وَ لَا يَصْبِرُ عَلَيْهِ إِلَّا مُمْتَحَنٌ قَلْبُهُ لِلْإِيمَانِ. (وسائل الشیعۃ، ج۹، ص: ۴۸۵)

یہ ہماری سخت اور مشکل ترین حدیثوں میں سے ہے ، اس پر عمل نہیں کرے گا اور اس پر صبر نہیں کرے گا سوائے اس کے کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لئے جانچ لیا ہے ۔

اور واقعا یہ ایک مشکل بات ہے کہ انسان اپنی کمائی اور اپنی محنت کا پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دے دے ۔

۳: خمس کا مقصد دین کی مدد ہے ۔

خراسان کے اسی تاجر کے جواب میں جب امام نے جواب لکھا اور اسے واضح کیا کہ اللہ کا دیا ہوا مال اور تمہاری کمائی اس وقت تک حلال ہی نہیں ہوتی جب تک تم پانچواں حصہ خمس کے طور پر نہ نکالو تو اس کے بعد فرمایا:

وَ إِنَّ الْخُمُسَ عَوْنُنَا عَلَى دِينِنَا

بیشک خمس ہماری مدد کرنا ہے ہمارے دین پر۔

یعنی امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خمس کا پہلا مقصد ہمارے دین کی مدد کرنا ہے۔

لہذا آج تک سہم امام جتنا بھی فقیہ اعلم کی اجازت سے خرچ ہوتا ہے اس میں بنیادی نکتہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ وہ مال ایسی جگہ پر خرچ ہو جس میں زیادہ سے زیادہ دین کی مدد ہو اور امام کے راضی ہونے کا یقین ہو۔

اور یہ تشخیص فقط ایک فقیہ ہی دے سکتا ہے کہ جسے دین کا مکمل علم ہو اور اسے معلوم ہو کہ دین کی مدد کیسے ہوتی ہے۔ ہم میں سے تو ہر کوئی کہے گا کہ پل بنا دیں یا کوئی یتیم خانہ بنا دیں یا کچھ اور بنا دیں لیکن یہ فقیہ تشخیص کرکے دے گا کہ کہاں پر خرچ کیا جائے تو دین اسلام کی مدد کرنا ہوگا اور امام علیہ السلام مکمل راضی ہوں گے۔

اسی وجہ سے اکثر فقہاء کا نظریہ ہے کہ خمس سہم امام آپ ہمیشہ اعلم فقیہ کی اجازت سے خرچ کریں تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ ہم نے ایسی جگہ پر خرچ کیا ہے کہ جس پر امام علیہ السلام راضی ہیں اور اس سے دین اسلام کی مدد ہوئی ہے۔

۴: خمس نہ دینا امام کی دعا سے محروم ہونا ہے۔

وَ لَا تَحْرِمُوا أَنْفُسَكُمْ دُعَاءَنَا مَا قَدَرْتُمْ عَلَيْهِ

اسی خط کے اندر امام رضا علیہ السلام نے اس تاجر کو یہ بھی لکھا :

جتنا ہو سکے اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محرم نہ کرو۔

پس خمس ادا کرنے والے کے لئے آج بھی امام علیہ السلام دعا فرماتے ہیں اور جو خمس ادا نہیں کرتا وہ در حقیقت امام علیہ السلام کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جس کو امام علیہ السلام کی دعا شامل حال ہو اس کے لئے یہ کتنا بڑا اعزاز ہے۔

کچھ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ جو خمس ادا نہیں کرتا اس کا وہ حصہ باطل اور فضول میں ضائع ہو جاتا ہے۔

۵: خمس ادا کرنا رزق کی کنجی ہے۔

فَإِنَّ إِخْرَاجَهُ مِفْتَاحُ رِزْقِكُمْ

اسی خط میں امام علیہ السلام نے اس تاجر کو یہ بھی فرمایا:

بیشک خمس کا نکالنا تمہارے رزق کی کنجی ہے۔

اور جو لوگ خمس ادا کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس وجہ سے ان کے رزق میں ہر سال اضافہ ہو جاتا ہے۔

۶: خمس ادا کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

وَ تَمْحِيصُ ذُنُوبِكُمْ وَ مَا تَمْهَدُونَ لِأَنْفُسِكُمْ لِيَوْمِ فَاقَتِكُمْ

پھر اسی خط میں امام علیہ السلام نے اس تاجر کو یہ بھی فرمایا:

خمسہ ادا کرنا تمہارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور تمہارے اس دن کے لئے یہ ذخیرہ ہو جاتا ہے کہ جو فاقہ کا دن ہے۔

اور بیشک اللہ نے ہر عمل پر ضمانت لی ہے اور جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہے اس کی پوری پوری جزاء آخرت میں اسے ملے گی۔

اور اسی وجہ سے امام صادق علیہ السلام جو لوگوں سے خمس کے پیسے لیتے تھے تو فرماتے تھے کہ میں مدینہ کے مال دار لوگوں میں سے ہوں لیکن خمس اس وجہ سے لیتا ہوں تاکہ تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔

روایت ہے:

عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ إِنِّي لَآخُذُ مِنْ أَحَدِكُمُ الدِّرْهَمَ وَ إِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَالًا مَا أُرِيدُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنْ تُطَهَّرُوا.(الكافي (ط - الإسلامية)، ج1، ص: 538)

ابن بکیر کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام نے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

کہ میں مدینہ والوں میں سے زیادہ مال رکھتا ہوں اور تم سے درہم بھی لیتا ہوں اور میرا مقصد اس درہم لینے کا فقط یہ ہے تاکہ تم پاک ہو جاؤ۔

پس در حقیقت خمس کا ادا کرنا ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔

۷: حقیقی مسلمان ہونے کی علامت خمس کا ادا کرنا ہے۔

اس خط کے آخر میں امام علیہ السلام نے بہت ہی اہم بات کو واضح فرمایا، امام علیہ السلام خط کے آخری جملے کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

وَ الْمُسْلِمُ مَنْ يَفِي لِلَّهِ بِمَا عَهِدَ إِلَيْهِ وَ لَيْسَ الْمُسْلِمُ مَنْ أَجَابَ بِاللِّسَانِ وَ خَالَفَ بِالْقَلْبِ وَ السَّلَامُ (الكافي (ط - الإسلامية) ؛ ج۱ ؛ ص۵۴۸)

مسلمان وہ ہوتا ہے کہ جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتا ہو، مسلمانو وہ نہیں ہے کہ جو زبان سے تو ہاں کہے لیکن دل سے اس کی مخالفت کرتا ہو۔ والسلام

پس حقیقی مسلمان وہی ہوتا ہے کہ جو اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرتا ہو،

فقط زبانی مسلمان بننا تو آسان ہے لیکن عملی طور پر پریکٹیکل مسلمان بننا بہت مشکل ہے۔

۸: خمس نہ دینے والا مودت اہل بیتؑ کا فقط زبانی دعوے دار ہے۔

روایت میں ہے کہ خراسان کے کچھ لوگ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور ان سے خمس کی معافی کا مطالبہ کیا تو امام علیہ السلام نے بہت سخت جواب دیا تھا۔

۲۶- وَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَدِمَ قَوْمٌ مِنْ خُرَاسَانَ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا ع فَسَأَلُوهُ أَنْ يَجْعَلَهُمْ فِي حِلٍّ مِنَ الْخُمُسِ فَقَالَ مَا أَمْحَلَ هَذَا تَمْحَضُونَّا بِالْمَوَدَّةِ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَ تَزْوُونَ عَنَّا حَقّاً جَعَلَهُ اللَّهُ لَنَا وَ جَعَلَنَا لَهُ وَ هُوَ الْخُمُسُ لَا نَجْعَلُ لَا نَجْعَلُ لَا نَجْعَلُ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ فِي حِلٍّ.

امام نے فرمایا کہ میں خمس میں معافی نہیں دوں گا، تم ہماری محبت و مودت کا زبانی دعویٰ کرتے ہو اور اللہ کے اس حق کو ہم سے روکتے ہو جو اس نے ہمارے لئے رکھا ہے اور ہم اسے اللہ کے لئے قرار دیتے ہیں جو کہ خمس ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے تین دفعہ فرمایا:

لَا نَجْعَلُ لَا نَجْعَلُ لَا نَجْعَلُ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ فِي حِلٍّ.

میں نہیں قرار دیتا، میں نہیں قرار دیتا، میں نہیں قرار دیتا تم میں سے کسی ایک کو بھی حلال۔

یعنی تمہارے لئے خمس حلال نہیں کرتا۔

۹: خمس کا ایک پیسہ بھی ادا نہ کرنا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔

شیخ حر عاملی رحمہ اللہ وسائل الشیعہ میں جب کتاب الخمس شروع کرتے ہیں تواس میں پہلی روایت ہی یہی لکھتے ہیں کہ ایک دن ابوبصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا :

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ ع مَا أَيْسَرُ مَا يَدْخُلُ بِهِ الْعَبْدُ النَّارَ

وہ کم سے کم کونسی بات ہے کہ جس سے انسان جہنم میں چلا جاتا ہے ؟

تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا:

- قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ دِرْهَماً وَ نَحْنُ الْيَتِيمُ.(وسائل الشیعۃ، ج۹، ص: ۴۸۳)

جو یتیم کا ایک درہم بھی کھائے اور ہم آل محمد یتیم ہیں ۔

پس جو بھی امام علیہ السلام کے حق کا ایک پیسہ بھی کھائے گا تو یہ اس کے جہنم میں جانے کے لئے کافی ہے ۔

☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: جناب رسالتمآب ﷺ کی ایک امتیازی خصوصیت

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر حوالے سے شان فردیت عطا فرمانا تھی، اس لئے انداز خطاب میں بھی فردیت کو قائم رکھا۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثیل اور مثل کوئی نہیں۔ انبیائے کرام میں سے بھی کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برابری نہیں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب اور دیگر انبیاء علیھم السلام سے خطاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا۔

جیسا کہ یہ بات درج ذیل آیات سے واضح ہے :*- يَـٰٓأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ *-يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ *-يٰـاَيُّهَا النَّبِيُّ *-يَآَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ *- يٰس

یاد رہے کہ مخاطب کرنے اور نام لینے میں فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے وقت آپ ص کا نام نہیں لیا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ص بالکل نام ہی نہیں لیا۔ نہیں،ایسا ہر گز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں ویسے تو تقریبا دوسو سے زائد مقامات پر آپ ص کا ذکر(بشمول اسما و القاب کے) فرمایا ہے۔ درج ذیل آیات میں صراحتاً آپ ص کے اسما مبارکہ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ:۱- وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورہ آل عمران)۲- مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (سورہ الاحزاب)۳-وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ (سورہ محمد ص)۴- مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ (سورہ فتح)۵- وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورہ صف).

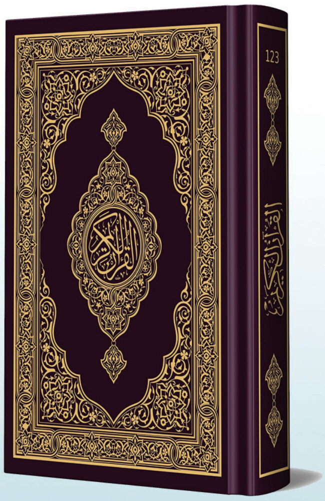

شفاعت کا قرآنی تصور

مولانا محمد علی غازی

قرآن مجید نور مبین جسے اللہ تعالیٰ و تبارک نے کتاب ھدایت کے عنوان سے نازل کیا اور لوگوں کے لئے اس میں ھدایت رکھی اور گمراہی سے ہدایت کے نور کی طرف نکلنے کا ذریعہ قرار دیا، اس کتاب مبین میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تمام عقائد کو رد کیا ہے جو مشرکین نے اپنی خواہشات کے مطابق بنائے تھے اور ان باطل عقائد پر ایمان رکھتے تھے۔

انہی باطل عقائد میں سے ایک باطل عقیدہ ان لوگوں کا یہ بھی تھا کہ وہ جن ہستیوں کی پوجا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور ﷺ ان مشرکین بت پرستوں کی شفاعت کریں گے اور ان بتوں کی سفارش اور اسی طرح اہل کتاب میں سے بعض کے مطابق ان کے آباؤ و اجداد کی سفارش ان کے کام آئے گی اور ان کو عذابِ الٰہی سے نجات ملے گی۔

ہم اس مختصر مقالے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرامین کی روشنی میں اس نظریہ پر روشنی ڈالیں گے۔

قرآن مجید کا پہلا تصور:

قرآن مجید کی آیات شفاعت کا ظہور یہ تصور پیش کرتا ہے کہ شفاعت ایک حقیقت ہے جس کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں انسانی خطاؤں کا بھی ذکر ہے اور ان خطاؤں سے عفو و درگزر کا بھی ذکر ہے۔

اور یہ عفوو درگزر کرنا بذات خود ایک مستحکم دلیل ہے کہ اگر انسان اپنی غلطی پر مصر نہ رہے اور اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے جس ذات کے حضور غلطی کا اعتراف کیا ہے اسی سے بخشش طلب کرے تو وہ ذات مقدس اس انسان کی غلطی کو معاف کرتی ہے جسے اللہ تعالیٰ تبارک نے توبہ کا نام دیا ہے اور

رسول اکرم ﷺ نے توبہ کو کامیاب ترین شفیع قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

لاشفیع انجح من التوبۃ ۔ الکافی ج ۸ ص ۱۰

کہ توبہ سے بڑھ کر کوئی کامیاب شفاعت کرنے والا نہیں۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی کتاب حکیم میں شفاعت کو بطور خاص ذکر کرنا اور مشرکین کے باطل عقیدے کو رد کرنا اور صحیح تصور شفاعت کو بیان کرنا واضح دلیل ہے کہ شفاعت ایک امر حقیقت ہے۔

دوسرا تصور قرآنی:

آیاتِ قرآنی سے شفاعت کا دوسرا تصور یہ سامنے آتا ہے کہ شفاعت میں کسی کی کوتاہی کا مداوا کرنا اور کسی کو کمال کے درجے تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے اور یہ تصور اس وقت ممکن ہے کہ کوئی ہے جو پست انسان کو کمال تک لے جائے اور باکمال کے کمال میں مزید اضافہ کرے۔

شفاعت کے سارے اختیار اللہ کے پاس ہیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ و جل شانہ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعاً

کہہ دیجیے ساری شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (سورہ الزمر ۴۴)

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شفاعت کا اختیار اللہ کے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے اور یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ شفاعت کرتا ہے کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ تبارک و تعالی کسی اور کے

سامنے سفارش کرتا ہے بلکہ اللہ کا شفاعت کرنا اللہ کا معاف کرنا ہوتا ہے جیسا کہ انسان گناہ کرتا ہے اور جب وہ اس گناہ پر شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور صدقِ نیت کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے ، معاف کرتا ہے ۔

شفاعت اذنِ خدا سے ممکن ہے :

پہلی آیت میں بیان ہوا کہ شفاعت کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے ، اب سوال یہ ہے کہ آیا اللہ نے اس اختیار کو، اس حق کو کسی اور کے لئے عطا کیا ہے یا نہیں ؟

اس حوالے سے ہم چند آیات پیش کرتے ہیں:

پہلی آیت: سورہ بقرہ کی مشہور آیت آیۃ الکرسی میں ارشاد خداوندی ہے :

مَنْ ذَا الَّذي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلاَّ بِإِذْنِهِ

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش کر سکے ۔ سورہ بقرہ ۲۵۵

دوسری آیت: ارشاد رب العزت ہو رہا ہے :

يَوْمَئِذٍ لا تَنْفَعُ الشَّفاعَةُ إِلاَّ مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمنُ وَ رَضِيَ لَهُ قَوْلا

اس روز شفاعت کسی کو فائدہ نہ دے گی ، سوائے اس کے جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند کرے ۔سورہ طہٰ ۱۰۹

ان دونوں آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ شفاعت کا حق اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے اس حق کو یا اللہ استعمال کر سکتا ہے یا وہ اس حق کو استعمال کر سکتا ہے جسے اللہ اجازت دے ۔

اور اذن خدا سے ہی شفاعت کرنے والا اللہ کے حضور شفاعت کرے گا اور اذنِ خدا سے ہی جن کی شفاعت کی جائے ان کے حق میں شفاعت قبول ہو گی ۔

تیسری آیت:

حق شفاعت عہدِ رحمٰن کے ساتھ مشروط ہے:

سورہ مبارکہ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے :

لا يَمْلِكُونَ الشَّفاعَةَ إِلاَّ مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمنِ عَهْداً ۔

کسی کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے عہد لیا ہو ۔ مریم ۸۷

اس آیت کریمہ میں صریحاً واضح طور پر بیان کیا ہے کہ دوسروں کی شفاعت کرنے کا اختیار نہیں مل سکتا مگر اس ہستی کو جس نے اللہ سے شفاعت کے اختیار کا عہد لے رکھا ہو ۔

اب آتے ہیں یہ عہد کیا ہے ؟

ہم قرآن مجید کی طرف اس حوالے سے رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں اللہ کی طرف سے اگر کسی کو منصب پر فائز کرنا ہو یا کسی کو کوئی اعلیٰ منصب عطا کرنا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے ایک عہد لیتا ہے اور اس عہد کے بغیر وہ اس منصب پر فائز نہیں ہوتا۔

اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو منصب امامت پر فائز کیا تو آپؑ نے عرض کیا پرورگار میری ذریت کو بھی یہ منصب ملے گا کیا؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا :

لا يَنالُ عَهْدِي الظَّالِمينَ

میرا یہ منصب ظالموں کے لئے نہیں ہے ۔ بقرہ ۱۲۴

پس دوسروں کی شفاعت کا اختیار حاصل ہونا یقینا ایک منصبِ الٰہی ہے اس لئے اس منصب پر فائز ہونے کے لئے ایک خاص مقام و منزلت پر فائز ہونا ضروری ہے ۔

آخری نکتہ :

اب یہاں پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ اللہ اور جن ذوات کو اللہ شفاعت کا حق عطا فرمائے گا وہ کن لوگوں کی شفاعت کریں گے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے کہ کسی شفاعت کرنے والی کی شفاعت روزِ قیامت کام نہیں آسکتی ہے لیکن ان لوگوں کے لئے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت آئے گی جن سے اللہ راضی ہو ۔

سورہ انبیاء میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے :

يَعْلَمُ ما بَيْنَ أَيْديهِمْ وَ ما خَلْفَهُمْ وَ لا يَشْفَعُونَ إِلاَّ لِمَنِ ارْتَضى‏ وَ هُمْ

بقیہ ص ۷ پر پڑھیں

تجارت کے فوائد

مولانا قیصر عباس نجفی

تجارت کسب معاش کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے انسان کی اجتماعی زندگی پر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اجتماعی زندگی سے تمدن کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے۔

پہلے زمانے میں لین دین کے ذریعے زندگی کے اخراجات پورے ہوتے تھے ، حضرت ہودؑ کا پیشہ تجارت تھا ، پیغمبر ﷺ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مال سے تجارت کرتے تھے اور روایت میں ملتا ہے جب امام جعفر صادق علیہ السلام کسی کی مالی معاونت فرمایا کرتے تھے تو اسے تجارت کرنے کے بارے میں تاکید کیا کرتے تھے جیسا کہ اس روایت میں ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُذَافِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَعْطَى أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع أَبِي أَلْفاً وَ سَبْعَمِائَةِ دِينَارٍ فَقَالَ لَهُ اتَّجِرْ بِهَا (اصول کافی ج ۵ ص ۷۶)

محمد بن عذافر کہتا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے میرے والد کو ایک ہزار سات سو درھم دیے اور ان کو کہا کہ آپ ان سے تجارت کریں۔

عملی تجارت ایک نہایت نازک معاملہ ہے جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں اس لئے اسلام نے اس کے لئے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح کچھ قواعد و ضوابط مقرر کیے ہیں ، اسی وجہ سے مولا امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں :

عَنِ الْأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ

(اصول کافی ج ۵ ، ص ۱۵۰)

اے گروہ تجار پہلے فقہ یعنی معرفت حلال و حرام حاصل کرو پھر تجارت کرو ، پہلے فقہ پھر تجارت کرو ، پہلے فقہ اور پھر تجارت کرو۔

تجارت کے معاملات میں گمراہی گناہ اور سود کے مقامات بہت زیادہ ہیں ، لہٰذا مؤمنین کے لئے ضروری ہے کہ وہ تجارت کرنے سے پہلے احکام تجارت کو جانیں کیونکہ جو لوگ تجارت کے احکام کو نہیں جانتے وہ گناہ اور سود کے مرتکب ہو جاتے ہیں ، اس مختصر مقالے میں ہم روایات کی روشنی میں تجارت کے فوائد بیان کریں گے۔

عقل میں اضافہ :

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

التِّجَارَةُ تَزِيدُ فِي الْعَقْلِ.۔(اصول کافی ج ۵ ص ۱۴۸)

تجارت عقل میں اضافہ کرتی ہے۔

علامہ تقی مجلسی رحمہ اللہ اس حدیث کی یوں تشریح فرماتے ہیں :

أي في عقل الدنيا لأنه يحصل له التجارب في المعاملة مع الناس و بالآخرة و يحصل له عقل الآخرة أيضا (أو) لأنه إذا عرف وجه رزقه

(روضۃ المتقین ج۷، ص ۵ اور ۶)

کہ تجارت دنیاوی عقل کو بھی زیادہ کرتی ہے کیونکہ لوگوں سے معاملہ کرکے اس کو تجربات حاصل ہوتے ہیں اور اخروی عقل بھی تجارت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جب وہ رزق کا راستہ پہچان لیتا ہے تو اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ان چیزوں کی طرف توجہ ممکن ہو جاتی ہے جو اس کو آخرت میں نفع دیں، بخلاف اس آدمی کے جو تجارت کو ترک کر دیتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ رزق کے غم میں رہتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے:

تَرْكُ التِّجَارَةِ يَنْقُصُ الْعَقْلَ (اصول کافی، ط۔ الاسلامیہ۔ ج۵ ص ۱۴۸)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تجارت کو ترک کرنا عقل کو کم کر دیتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی معاذ بن کثیر سے فرمایا جب اس نے تجارت ترک کرنے اور چھوڑنے کا امام سے کہا، امام علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ إِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ عَقْلُكَ

(تہذیب الاحکام تحقیق خراسان ج ۷ ص ۲)

اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کی عقل کم ہو جائے گی۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

لَا تَتْرُكْهَا فَإِنَّ تَرْكَهَا مَذْهَبَةٌ لِلْعَقْلِ

(تہذیب الاحکام تحقیق خراسان ج ۷ ص ۳)

کہ آپ تجارت ترک نہ کریں کیونکہ تجارت کا ترک کرنا عقل کو لے جاتا ہے۔

اب احادیث میں دو طرح کے احتمال ہیں کہ جو آدمی تجارت کرتا ہو اور وہ تجارت کو ترک کرے یا کوئی ابتداء ہی سے تجارت نہ کرے تو آیا ان دونوں صورتوں میں ترک تجارت سے عقل کم ہوجائے گی تو یہاں دونوں احتمال ہیں اور اسی طرح ترک تجارت سے عقل معاش کم ہوگی یا کل عقل کم ہوگی اس میں بھی دونوں احتمال علماء نے دیے ہیں۔

قیامت کے دن شہداء کے ساتھ:

التّاجر الأمين الصّدوق المسلم مع الشّهداء يوم القيامة.

(نہج الفصاحۃ ص ۳۹۴)

امانت دار، سچا، مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔ یعنی اگر تاجر امین، صادق اور مسلمان ہے تو قیامت کے دن یہ شہداء کی صف میں ہوگا۔

لوگوں کے مال سے بے نیازی:

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع تَعَرَّضُوا لِلتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيهَا غِنًى لَكُمْ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ. (وسائل الشیعہ ج۱۷ص ۱۲)

مولا امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں تجارت کرو کیونکہ اس میں تمہارے لئے لوگوں کے مال سے بے نیازی موجود ہے، اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: مَنْ طَلَبَ التِّجَارَةَ اسْتَغْنَى عَنِ النَّاسِ قُلْتُ وَ إِنْ كَانَ مُعِيلًا قَالَ وَ إِنْ كَانَ مُعِيلًا إِنَّ تِسْعَةَ أَعْشَارِ الرِّزْقِ فِي التِّجَارَةِ. (وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۱۱)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جو تجارت کرتا ہے وہ لوگوں سے بے نیاز ہوتا ہے، راوی نے عرض کیا اگرچہ وہ عیالدار ہو تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اگرچہ وہ عیالدار ہو کیونکہ رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں۔

تجارت میں برکت:

أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ لِلْمَوَالِي اتَّجِرُوا بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ص- يَقُولُ الرِّزْقُ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةُ أَجْزَاءٍ فِي التِّجَارَةِ وَ وَاحِدٌ فِي غَيْرِهَا.

وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۱۲

مولا نے اپنے غلاموں کو کہا کہ تجارت کرو، اللہ تمہیں برکت دے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے رزق دس اجزاء پر مشتمل ہے، جس میں سے ۹ تجارت میں ہیں اور ایک باقی چیزوں میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک امتیازی خصوصیت

مولانا چمن علی خان گنگاہ

ہر متکلم و خطیب جب اپنے کسی مقابل کو متوجہ یا مخاطب کرنا چاہتا ہے تو اس کے مقام و منصب اور حیثیت کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

کسی کو مخاطب یا متوجہ کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے :

۱-نام ۲-لقب ۳-کنیت

اہل علم و معرفت پہ واضح ہے کہ جہاں مقصود اظہار محبت ہو یا عزت افزائی، مقصد مقام و شان بیان کرنا ہو یا مقابل کی حیثیت کا اظہار، مخاطب کی انفرادیت ظاہر کرنی ہو یا خصوصیات کو واضح کرنا ہو وہاں نام کے ذریعہ متوجہ یا مخاطب کرنا خلافِ شان و ادب گردانا جاتا ہے بلکہ وہاں لقب یا کسی خطاب کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر ہو یا زمانہ ماقبل ، خطہِ عرب ہو یا علاقہِ عجم ہر دور و منطقہ میں ہر شخص اپنے مقابل کو بالاخص چھوٹا اپنے سے بڑے کو اور خاص طور پر محب اپنے محبوب کو لقب یا خطاب کے ذریعہ ہی متوجہ کرنا قرینِ ادب اور سلیقہِ عشق سمجھتا آیا ہے اور سمجھتا ہے۔

گویا اگر کوئی چھوٹا اپنے سے بڑے کو متوجہ یا مخاطب کرتے ہوئے نام کا استعمال کرے یا محب اپنے محبوب کو متوجہ یا مخاطب کرتے ہوئے نام کا استعمال کرے تو یہ نامناسب شمار کیا جاتا ہے اور متکلم کے روکھے پن کا مظہر ہے۔

اگر کوئی بڑا ہو کر بھی اپنے سے چھوٹے کو متوجہ یا مخاطب کرتے ہوئے نام استعمال نہ کرے اور نام کی بجائے القاب و خطابات کو ذریعہِ خطاب بنائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس بڑے کے نزدیک اس مخاطب و مقابل کا رتبہ و مقام اور حیثت بہت ہی بلند ہے۔

اللہ جیسی بڑی ذات کہ جس سے بڑھ کے نہ کوئی بڑا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے، اس جیسی بڑی ذات نے اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں پچیس انبیا کرام کو مخاطب فرمایا ہے جن کے اسما مبارکہ درج ذیل ہیں: ۱_آدم ع ۲_نوح ع ۳_ادریس ع ۴_ابراہیم ع ۵_اسماعیل ع ۶_اسحٰق ع ۷_یعقوب ع ۸_یوسف ع ۹_لوط ع ۱۰_ہود ع ۱۱_صالح ع ۱۲_شعیب ع ۱۳_موسیٰ ع ۱۴_ہارون ع ۱۵_داؤد ع ۱۶_سلیمان ع ۱۷_ایوب ع ۱۸_الیسع ع ۱۹_ذوالکفل ع ۲۰_یونس ع ۲۱_الیاس ع ۲۲_زکریا ع ۲۳_یحییٰ ع ۲۴_عیسیٰ ع ۲۵_حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جناب آدم ع سے لے کر جناب عیسی ع تک اس ذوالجلال اکبر ذات نے جتنے انبیا ع کو مخاطب کیا سب کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا ،آدم ع سے عیسیٰ ع تک کسی نبی ع کو بھی اللہ نے لقب یا کنیت ذریعہ مخاطب یا متوجہ نہیں کیا۔

حالانکہ ان سب انبیا کرام ع میں سے ہر ایک کے فرداً فرداً القاب بھی تھے اور کنیتیں بھی تھیں۔

لیکن اس کے باوجود جب اس نے آدم ع کو مخاطب کیاتو فرمایا : وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ۔

جب نوح ع کو مخاطب کیا تو فرمایا: يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ ۔

جب جناب ابراہیم ع کو مخاطب کیا تو فرمایا :يَآ اِبْـرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔

جب اس نے جناب داود ع کو مخاطب کیا تو فرمایا :يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ ۔

جب اس نے جناب زکریا ع کو مخاطب کیا تو فرمایا:یَا زَکَرِیَّا إِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى۔

جب اس نے جناب یحیٰی ع کو مخاطب کیا تو فرمایا:يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔

جب اس نے جناب موسیٰ ع کو مخاطب کیا تو فرمایا: یا مُوسَیٰ إِنِّي أَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔

جب اس نے جناب عیسیٰ ع کو مخاطب کیا تو فرمایا : يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ۔

لیکن اسی ذاتِ اکبر نے جب اپنے حبیب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کو مخاطب کیا قران مجید میں کسی مقام پر بھی آپ ص کو نام لے کر مخاطب یا متوجہ نہیں کیا بلکہ مختلف القاب کے ذریعے اورعہدہِ نبوت و رسالت کے ذریعہ مخاطب فرمایا۔

وہ مالک و مختارِ کل ہے جس طرح سے جیسے چاہے خطاب فرماسکتا ہے مگر

بقیہ ص ۱۴ پر پڑھیں

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: مولانا محمد مجتبیٰ نجفی

سوال: شادی والے دن دولہن اگر میک اپ یا زینت کرے تو حجاب کس حد تک واجب ہے؟ یعنی اگر سکارف کے اوپر ٹکہ وغیرہ لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! عورت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے جسم کے ہر حصے کو نامحرم سے چھپائے اور ہر زینت کو بھی نامحرم سے چھپائے۔ واللہ العالم

سوال: کیا کرکٹ اور سنوکر کھیلنا جائز ہے؟ اور سنوکر ڈال کر کاروبار کرنا؟

جواب: بسمہ سبحانہ! کرکٹ اور سنوکر کھیلنا جائز ہے اور کاروبار بھی جائز ہے۔ واللہ العالم

سوال: شرائط احرام میں اگر سہوا خوشبو استعمال کی جائے تو کیا کفارہ واجب ہے اگر ہاں تو کیا کفارے کے طور پر جو بکرا صدقہ کیا جائے گا اس میں قربانی کے بکرے والی خصوصیات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! جو کفارے کا بکرا دیا جائے گا اس کی عمر اتنی ہی ہونی چاہیے کہ جتنی قربانی والے حیوان کی ہوتی ہے۔ واللہ العالم

سوال: عورت کے لئے چہرے کے پردے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جناب زہراء سلام اللہ علیھا، جناب زینبؑ، جناب خدیجہؑ، جناب فاطمہ بنت اسدؑ، جناب آمنہؑ مادر نبیؐ اور جناب مریمؑ کیا ننگے منہ باہر نکلتی تھیں، خدا سے ڈرو ہماری معتبر کتابوں میں ہے کہ جس عورت نے اپنے جسم کے کسی حصے کو بھی ایک دفعہ بھی بغیر مجبوری کے نامحرم سے نہ چھپایا تو اس کو اس ایک دفعہ کے بدلے میں کئی ہزار سال دوزخ میں جلایا جائے گا البتہ اگر کوئی مجبور ہے تو جتنی مجبور ہے اتنا چہرہ بغیر زینت کے کھولے۔ واللہ العالم

سوال: میں پچھلے ایک سال سے بیمار ہوں اور اب تک دوائیاں کھا رہا ہوں تو کیا اس حالت میں ماہ رمضان کے روزے کسی کو ہدیہ دے کر رکھوا سکتا ہوں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! جب تک آپ زندہ ہیں اس وقت تک آپ خود روزے رکھیں گے اور اگر آپ روزے رکھنے سے عاجز ہیں تو آپ کو فدیہ دینا ہو گا اور جب روزے رکھنے کی طاقت ہو جائے تو روزوں کی قضاء کریں گے۔ واللہ العالم

سوال: دوران وضو چہرے کو بیک وقت دونوں ہاتھوں سے دھویا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آئمہؑ نے ایسا نہ کیا ہے اور نہ اس کی اجازت دی ہے۔ واللہ العالم

سوال: کسی سے قرض لیا ہوا تھا اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے وارثوں کا نہیں معلوم قرض کس کو دیاجائے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! آپ کا فریضہ ہے کہ وارثوں کو تلاش کرو کیونکہ آجکل وارثوں کو تلاش کرنا بہت آسان ہو گیا ہے کیونکہ حکومتی شناختی کارڈ میں فقط نام ہی نہیں ہوتا بلکہ سارے خاندان کی معلومات ہوتی ہیں۔ واللہ العالم

سوال: بی بی ام کلثوم علیہا السلام اور بی بی زینب علیہا السلام ایک ہی شخصیت ہیں؟ ایک مولانا صاحب نے کہا ہے کہ ام کلثوم علیہا السلام بی بی زینب علیہا السلام کا ہی لقب ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! بہت قوی احتمال ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیھا ہی کی کنیت ام کلثوم تھی۔ واللہ الھادی

سوال: کوئی انسان خود کشی کر لیتا ہے تو کیا اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! اگر مسلمان تھا اور ناصبی بھی نہیں تھا تو اس کو غسل، کفن دینا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا امام بارگاہ میں دیا گیا نذرانہ یا تحفہ کسی غیر سید سنی میں

تقسیم کیا جا سکتا ہے جو کہ مستحق غیر سید ہوں؟

جواب: بسمہ سبحانہ! جس شخص نے امام بارگاہ کو نذرانہ دیا ہے اگر اس کی منت تھی تو اس کو امام بارگاہ کی ہی خدمت پر صرف کریں گے اور اگر اس نے امام بارگاہ کو ہدیہ دیا ہے تو اس کی اجازت سے جہاں وہ صرف کرنے کا کہے وہاں صرف کریں گے۔ واللہ العالم

سوال: مجھے گھر کی سالانہ ضرورت کے لیے گندم خریدنا پڑتی ہے تقریباً ۳۵ من، اپنی ذاتی زمین نہیں ہے کیا اس پر مجھے زکوۃ دینا ہو گی ۔ اس کا نصاب کیا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! زکوۃ صرف گندم کاشت کرنے والے پر ہے جو گندم کو کاشت کرتا ہے اور اس سے اپنی گندم حاصل کرتا ہے اور جو گندم خریدتا ہے اس پر زکوۃ نہیں ہے البتہ سال کے بعد خمس کی تاریخ آنے پر اگر گندم بچ جائے تو اس کا خمس دینا ہو گا۔ واللہ العالم

سوال: قرآن پاک میں کیا یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آدمؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا(اللہ تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہیں) تو کیا واضح ہے کہ آدم کو حضرت علی علیہ السلام نے بنایا؟

جواب: بسمہ سبحانہ! استغفر اللہ حضرت علی علیہ السلام کے پیدا ہونے کے وقت خدا کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے، خدا نے علی علیہ السلام کو پیدا کیا ہے یا علی علیہ السلام نے خدا کو پیدا کیا ہے، اگر خدا کے ہاتھ سے مراد علی علیہ السلام کے ہاتھ ہیں تو علی علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ کے ہاتھ کیا نہیں تھے یعنی اللہ کیا لولہ تھا۔

عربی فصیح زبان میں ید کے معنی طاقت کے ہیں اور خدا کی ایک ظاہری طاقت ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو خلق کیا جیسے پہاڑاور درخت ہیں ، اور جیسے بچے کو خدا ماں کے پیٹ میں بناتا ہے اور دوسرا معنی پوشیدہ طاقت ہے کہ جس طاقت سے خدا نے روح کو پیدا کیا اور روح کو جسم میں داخل کیا اور دونوں طاقتوں سے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور روح ڈالی تھی۔ واللہ العالم

سوال: جو بندہ غیر قانونی دوسرے ممالک میں جاتے ہیں ان کے بارے میں اسلام کے کیا احکام ہیں اور ان کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

جواب: بسمہ سبحانہ! جو شخص بھی غیر قانونی طور پر رہ رہا ہے صرف اس قانون کی خلاف ورزی پر گناہگار ہے اور باقی اگر اس نے کچھ کمایا ہے اور صحیح طریقے سے کمایا ہے تو وہ اس کا مالک ہو گا۔ واللہ العالم

سوال: ملکیتی گھر/دوسری اشیاء کا خمس کبھی بھی ادا نہیں کیا گیا جبکہ ان کی اصل قیمت معلوم ہے کیا خمس موجودہ قیمت پر ادا کیا جائے گا یا اصل پرانی قیمت پر خمس ادا کرنا بھی جائز ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! ہر وہ چیز جو استعمال کے لئے خریدی تھی اس کا خمس جس قیمت پر خریدا تھا اسی قیمت کے حساب سے دینا ہو گا۔ واللہ العالم

سوال: زندہ مچھلی کافر سے خرید کر اور اس سے آیا کٹوائی جا سکتی ہے؟ اور خریدنے اور کٹوانے کے بعد اس کو پاک کیا جا سکتا ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ! مچھلی کو دھو کر کھا سکتے ہیں بشرطیکہ پانی سے زندہ نکلے پانی میں مچھلی نہ مرے۔ واللہ العالم

مرجع عالی قدر دام ظلہ العالی کی آیت اللہ مرتضی عاملی قدس سرہ کی مجلس ترحیم میں شرکت

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ شیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ نے آیت اللہ مرتضی عاملی قدس سرہ کی مجلس فاتحہ اور ترحیم میں شرکت فرمائی اور دعا فرمائی کہ خدا کی ذات بحق محمد و آل محمدؑ آیت اللہ مرتضی عاملی قدس سرہ کے درجات بلند فرمائے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ زائرین امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ

چہلمِ امام حسین علیہ السلام کے موقع پر کروڑوں زائرین مولا حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے پیدل کربلا تشریف لاتے ہیں ، چہلم کی زیارت یکم صفر سے شروع ہو جاتی ہے ، زائرین کے ہمراہ مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ بشیر حسین نجفی دام ظلہ العالی بھی حسب سابق طریق یاحسینؑ پر چلے اور مؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اس عظیم سفر میں واجبات کو انجام دیں اور محرمات سے اجتناب کریں اور زیارت امام حسین علیہ السلام کو قربۃ الی اللہ کی نیت سے انجام دیں۔

اور مزید برآن فرمایا کہ: ہر وہ دل جس میں حسین علیہ السلام کی محبت ہے اسے زیارت کے لئے کربلا آنا چاہئے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ کے فرزند زائرین امام حسین علیہ السلام کے خادمین کے ہمراہ

مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمٰی شیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ العالی کے فرزند حجت الاسلام شیخ علی نجفی حفظہ اللہ خدام امام حسین علیہ السلام کے امام بارگاہوں میں تشریف لے گئے۔

اس کے علاوہ فرزندِ مرجعیت کوت، بصرہ، ذی قار، حلہ اور عراق کی دیگر شہروں میں بھی گئے اور زائرین امام حسین علیہ السلام کے ساتھ طریق یاحسینؑ پر بھی پیدل چلے۔

فرزندِ مرجعیت نے فرمایا :زائرین کی خدمت اور ان کی ہمراہی ہمارے لئے باعثِ شرف ہے۔

پاکستان سے آئے ہوئے زائرین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

لاہور، کراچی، سرگودھا، خیر پور، پارہ چنار، ملتان اور بہاولپور سے آئے ہوئے زائرین نے مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمٰی شیخ بشیر حسین نجفی دام ظلہ سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی ۔ اس ملاقات کا مقصد مرجعیت عظمٰی سے علمی استفادہ کرنا تھا۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر ظلہ نے زائرین کو نصیحت فرمائی اور زیارت کی قبولیت کی علامات بتائیں۔

آخر پر آئے ہوئے زائرین نے قیمتی وقت دینے پر مرجع عالی قدر دام ظلہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

حب الحسین هویتنا

إن للحسین محبة مکنونة في قلوب المؤمنین

ہر وہ دل جس میں
حسین علیہ السلام کی محبت ہے
اسے زیارت کے لئے کربلا آنا چاہئے۔

مرجع مسلمین و جہان تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج حافظ بشیر حسین نجفی

دام ظلہ الوارف

پاکستان میں سالانہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر +923125197082

www.soutulnajaf.com m.urdu@alnajafy.com facebook.com/soutunnajaf

مرکزی ایڈریس امیر المؤمنین علیہ السلام ٹرسٹ ، صدر مقام باٹا پور، نزد گیٹ نمبر ۲، باٹا فیکٹری لاہور پاکستان